پروفیسر میرزا مقبول بیگ بدخشانی

میرخواند اور خواندامیر کی تاریخی یادگاریں

میر محمد معروف بہ میر خواند اور غیاث الدین معروف بہ خواندامیر ایران کے دو مشہور مورخ ہوئے ہیں جو زندگی کا بیشتر حصہ ہرات میں مقیم رہے۔ میرخواند ایک مشہور عمومی تاریخ "روضۃ الصفا فی سیرۃ الانبیاء والملوک والخلفا" کے مصنف ہیں جو "روضۃ الصفا" کے نام سے مشہور ہے۔ ان کے والد سید برہان الدین معروف بہ خاوند شاہ اور دادا سید کمال الدین محمود تھے۔ میرخواند ۸۳۸ھ/ ۱۴۳۴ء میں بخارا میں پیدا ہوئے۔ ان کے دادا کمال الدین محمود کا انتقال ہوا تو ان کے بیٹے برہان الدین خاوند شاہ پر عسرت و زحمت کا دور آیا۔ صغر سنی ہی میں وہ بخارا سے بلخ چلے گئے وہاں علوم متداولہ کی تحصیل میں معروف رہے۔ ماوراء النہر کے بزرگ علما سے بھی استفادہ کیا۔ پھر ہرات آگئے جو علم و فضل کا بڑا مرکز تھا۔ یہاں کے دانش وروں سے بھی اکتساب فیض کیا اور کچھ عرصے بعد بلخ واپس چلے گئے۔ ان کا شمار بھی وقت کے ساتھ ساتھ مشہور علما میں ہوا۔ ان کا انتقال بلخ ہی میں ہوا۔

غیاث الدین خواندامیر اپنی کتاب "حبیب السیر" میں لکھتے ہیں کہ سید برہان الدین کے تین بیٹے تھے، بڑے میر محمد تھے جو میرخواند کے لقب سے مشہور ہوئے۔ روضۃ الصفا ان کی علمی یادگار ہے۔ ان کے دوسرے بیٹے سید نظام الدین سلطان احمد تھے جو تیموری شہزادہ بدیع الزمان میرزا بایقرا کے زمانے میں قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز تھے۔ تیسرے نعمت اللہ تھے۔

خواندامیر یہ بھی لکھتے ہیں کہ میرخواند کو تبحر علمی کی وجہ سے بڑی ناموری حاصل ہوئی، ان کی تاریخ "روضۃ الصفا" کی خواندامیر نے بہت تعریف کی ہے۔ ان سے خواندامیر نے شاگردی کا رابطہ ظاہر کیا ہے اور اس پر انھیں فخر بھی تھا۔ اس سلسلے میں ان کا یہ فقرہ قابلِ غور ہے۔

"درواقعہ مسودِ حروف نسبت بآن حضرت علاقۂ فرزندی ثابت دارد و بزبان گستاخی خود را در سلکِ

ت ۔رداشت شم ۔ ۔ ۔ سبحان اللہ : غلط گفتم ۔ انتساب قطرہ بہ دریا عین بے ادبیست و اقتباس ذرہ از خورشید بوالعجبیست "

واقعۃً آنحضرت (میرخواند) کے ساتھ راقم حروف کا تعلق فرزندی کا ہے ۔ گستاخی کی بات ہے کہ راقم اپنے آپ کو ان کے شاگردوں میں شمار کرتا ہے ۔ سبحان اللہ ! یہ کہنا درست نہیں کہ قطرے کو سمندر سے نسبت دینا عین بے ادبی ہے اور ذرے کو آفتاب کا جز ظاہر کرنا بوالعجبی ہے ۔ اس سلسلے میں خواندامیر کے یہ شعر بھی قابل ملاحظہ ہیں :

چہ نسبت ذرہ را با مہر انور　　نمی شاید خزف در عقد گوہر
اگر خواہد کہ باشد آبروے　　ہمی گویم کہ من شاگرد اویم
نہ شاگردم ، غلام کمترینم　　بگرد خرمن او خوشہ چینم

مذکورہ بالا فقرے میں خواندامیر نے علاقہ فرزندی کی بات کی ، جس سے غلط فہمی پیدا ہوگئی ۔ ولیم ایچ مورلے نے اس غلط فہمی کی بنا پر یہ بتایا ہے کہ خواندامیر ، میرخواند کے فرزند تھے[1] ۔ ایچ ۔ ایم ۔ ایلیٹ نے بھی واضح طور سے یہی بتایا ہے[2] ۔ حقیقت یہ ہے کہ خواندامیر نے میرخواند سے گہری عقیدت کی بنا پر اور ان کے مہر و محبت کی بدولت اپنے آپ کو ان کا فرزند ہی کہا ہے لیکن اس سے اگلے فقرے سے حقیقی رشتے داری جو انھیں مصنف روضۃ الصفا سے تھی ، ظاہر ہوجاتی ہے ۔ سید برہان الدین ان کے سلسلے میں لکھتے ہیں :

" ۔ ۔ واز آن سہ پسر ماند ، سید محمد میرخواند کہ والد بزرگوار والدۂ مسوّد اوراق (حبیب السیر) است ۔ ۔ ۔ الخ " یعنی ان کی یادگار تین بیٹے تھے ، سید محمد میرخواند جو راقم الحروف کی والدہ کے والد بزرگوار تھے ۔ ۔ ۔ الخ

اس سے بخوبی واضح ہوجاتا ہے کہ خواندامیر ، میرخواند کی بیٹی کے فرزند ، یعنی نواسے تھے جن کے والد ہمام الدین تھے ۔ پروفیسر براؤن اور ریو نے میرخواند کو خواندامیر کا گرینڈ فادر بتایا ہے ۔ غالباً اس سے ان کا مطلب نانا

---

[1] A DESCRIPTIVE CATALOGUE OF THE HISTORICAL MANUSCRIPTS OF ARABIC AND PERSIAN P 80.

[2] THE HISTORY OF INDIAN AS TOLD BY HISTORIAN, VOL 4, P154.

ہی ہو گا۔

میرخواند کے ہم عصر سلاطین اور مخدومین : میرخواند آخری تیموری سلاطین کے دربار سے وابستہ رہے جن سے وزیر اعظم میر علی شیر نوائی کی سرپرستی بھی میرخواند کو حاصل تھی۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میرخواند کے معاصر تیموری سلاطین کا مختصر ذکر کر دیا جائے۔

محمد میرخواند : بارہ سال کی عمر میں امیر تیمور (۷۷۱ تا ۸۰۷ھ/۱۳۶۹ تا ۱۴۰۴ء) کے بیٹے شاہرخ میرزا (۸۰۷ تا ۸۵۰ھ) کے ہم عصر تھے۔ شاہرخ کی وفات پر بعض تیموری شاہزادگان تخت و تاج کے امیدوار بنے۔ بعض [illegible] السلطنت [illegible] تخت نشین ہوئے، بعض مملکت کے دور دراز علاقوں میں غیر رسمی طور سے بھی حکمران [illegible] جدل شروع ہوگئی۔ یہاں صرف ان سلاطین کا ضمناً ذکر کیا جائے گا جنھوں نے روضۃ الصفا کے مصنف میرخواند کے مسکن ہرات میں حکومت کی باگ ڈور سنبھالی۔

میرزا الغ بیگ : شاہرخ میرزا نے اپنے بیٹے الغ بیگ کو اپنی زندگی میں ۸۲۷ھ/۱۴۲۳ء میں ترکستان کی حکومت سونپی تھی۔ شاہرخ فوت ہوا تو الغ بیگ کی تاجپوشی ہرات میں ہوئی۔ میرزا الغ بیگ کا رجحان زیادہ تر سائنس کی طرف تھا۔ چنانچہ اس نے سمرقند میں مشہورِ زمانہ رصدگاہ تعمیر کرائی۔ الغ بیگ ہیئت دان تو تھا لیکن سیاست دان نہ تھا، وہ جلد ہی علاء الدولہ بایسنغر میرزا سے جنگ کرتے ہوئے مارا گیا اور علاء الدولہ نے ہرات ہی میں اپنی حکومت قائم کرلی، مگر وہ اپنے ہی بیٹے عبداللطیف میرزا کے ہاتھوں سازش کا شکار ہوگیا۔ عبداللطیف نے حکومت تو سنبھالی لیکن وہ بھی ۸۵۳ھ/۱۴۴۹ء میں قتل ہوگیا۔ اس کی موت کے بعد تیموری شاہزادوں میں انتشار حد سے بڑھ گیا اور تیموری حکومت کے زوال کی صورت پیدا ہوگئی۔ ان ناموافق حالات میں عبداللطیف ایک قریبی عزیز ابوالقاسم بابر بایسنغر میرزا خراسان کی حکومت حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ ہرات ہی میں اس کی تاجپوشی ہوئی لیکن اس صاحب تخت نے بھی ۸۵۹ھ/۱۴۵۴ء میں یوسف قرہ قویونلو کے بیٹے جہانشاہ کے ہاتھوں شکست کھائی اور جہانشاہ عراق عجم کرمان اور فارس پر متصرف ہوگیا۔ [illegible] نے ہرات کو بھی فتح کرلیا لیکن وہ ہرات کی حفاظت نہ کرسکا تو ابوسعید میرزا بن میراں شاہ پسر امیر تیمور ہرات پر

۱؎ قرا بمعنی سیاہ، قویونلو بمعنی بھیڑ۔ جس قبیلے نے اپنے جھنڈے پر سیاہ بھیڑ کی تصویر بنائی تھی وہ قراقویونلو کہلاتا تھا۔

قابض ہوگیا۔ ۸۶۲ھ میں جہانشاہ قراقویونلو، اوزون حسن آق قویونلو[۴۵] کے ہاتھوں شکست کھا کر مارا گیا تو ابوسعید میرزا نے موقع کو غنیمت سمجھا اور ایران کے مغربی علاقوں کو جہاں قراقویونلو قبائل نے اپنی حکومت قائم کر لی تھی، مسخر کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ لیکن اسے اوزون حسن آق قویونلو سے جنگ کرنی پڑی جس میں وہ مارا گیا۔

ابوالغازی سلطان حسین بایقرا ۔ سلطان حسین بن منصور بایقرا کو شروع میں الغ بیگ کی حمایت حاصل رہی تھی۔ پھر جب الغ بیگ اور اس کے بعد عبداللطیف قتل ہوا تو ابوسعید نے تخت نشین ہوتے ہی حفظِ ماتقدم کے پیشِ نظر سلطان حسین کو اسیر کر کے زندان میں ڈال دیا لیکن کچھ ہی عرصے بعد وہ زندان سے نکل بھاگا اور ابوالقاسم کی مدد سے خوارزم پہنچ گیا۔ ۸۶۲ھ میں اس نے استرآباد میں حکومت قائم کر لی اور بحیرۂ خزر پر بھی اس کا تسلط ہوگیا اور جب اسی سال ابوسعید قتل ہوا تو سلطان حسین استرآباد سے چل کر ہرات پہنچا اور وہاں تیموری تخت حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔

سلطان حسین بہت علم دوست، فن شناس اور علما و شعرا کا مربی و محسن تھا۔ اس کے عہد میں بھی وزارتِ عظمیٰ کے منصب پر ترکی نژاد میر علی شیر نوائی تھا جو فارسی اور ترکی زبان کا نامور ادیب، مورخ اور شاعر تھا، اس کی فیاضانہ توجہ بھی اہلِ علم کی طرف تھی۔

ابوالغازی سلطان حسین کے دربار سے مولانا جامی ایسے شاعر، میرخواند اور خواندامیر ایسے مورخ اور بہزاد اور شاہ مظفر ایسے مصور وابستہ تھے۔ علی شیر اور علما کے علاوہ میرخواند کے علم و فضل سے بہت متاثر تھا۔ اسی کی فرمائش پر ہی میرخواند نے تاریخ "روضۃ الصفا" لکھنے کا آغاز کیا۔

میرخواند کے حالاتِ زندگی کا مفصل ذکر تو نہیں مل سکا البتہ خواندامیر مصنف حبیب السیر نے بیان کیا ہے کہ آغازِ شباب میں انھوں نے مشرقی علوم میں کاملاً آگاہی حاصل کر لی تھی۔ اس لحاظ سے انھیں اپنے معاصرین میں ممتاز حیثیت حاصل ہوئی۔ تاریخ کے مطالعے سے گہرا انہماک رہا۔ علمی شہرت کی بنا پر انھیں میر علی شیر نوائی کی صحبت میسر آئی جس کے فیاضیانہ سلوک کی بدولت "خانقاہ اخلاصیہ" جو میر علی شیر نے علما و فضلا کے آرام و راحت کے لیے تعمیر کرائی تھی، اس کے بعض کمرے میرخواند کے لیے مختص کر دیے گئے۔ میر علی شیر نے اپنے ایک

---

[۴۵] آق یعنی سفید۔ جس قبیلے نے اپنے جھنڈے پر سفید بھیڑ کی تصویر بنائی تھی وہ آق قویونلو کہلاتا تھا۔

سوانحی مقالے میں میرخواند کے خداداد علمی اور تحقیقی ذوق کی پُرشوکت الفاظ میں تحسین کی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ اس بات پر خوشی محسوس کرتا ہوں کہ میں نے اس معزز عالم کو فارسی زبان کے سرمائے میں روضۃ الصفا ایسے گراں مایہ اضافہ کے لیے آمادہ کیا۔ میرعلی شیر نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس کتاب کا بہت سا آخری حصہ بستر علالت ہی میں لکھا گیا تھا۔ میرخواند نے خود بھی جلد ششم میں ان تکلیف دہ حالات کا ذکر کیا ہے، جن کے باوجود وہ کتاب لکھنے پر مجبور تھے۔ مصنف کی یہ بھی خوش نصیبی سمجھنی چاہیے کہ اپنے درد بھرے اوقات میں جب وہ لکھنے میں منہمک ہوجاتے تو تکلیف کو بھول جاتے۔ مصنف نے یہ بھی لکھا ہے کہ توفیقِ الٰہی اور فیض نامتناہی بادشاہی سے جلد ہفتم میں جب شاہرخ میرزا کے ذکر جلوس تک قلم پہنچا تو کیفیتِ حال یہ تھی کہ ضعفِ جگر، تکلیفِ کمر اور درد گردہ کی شدت کچھ ایسی ہوگئی کہ میں بیٹھنے اور حرکت کرنے میں بے بس تھا۔ مسیحا نفس طبیب جو اس غریب اور بے کس کا علاج کر رہے تھے، احتیاط کرنے اور پرہیز اختیار کرنے کی تلقین کرتے تھے، لیکن کون سی احتیاط اور کیسا پرہیز؟ بہرحال تحریر کی کاوش سے انھوں نے براہِ راست منع نہ کیا، جیسے بھی بن پڑا میں اپنے کام میں معروف رہا۔ آفرینندۂ لوح و قلم گواہ ہے کہ خاقان سعید (ابوالغازی سلطان حسین میرزا) کی سلطنت کی ابتدا سے اس کی حکومت کے اختتام تک کے حالات یہ نحیف و نزار جو سنتا تھا، دائیں پہلو پر لیٹے ہوئے لکھنے میں معروف رہتا تھا۔ ہمہ گیر درد کے سبب کسی ورق پر لکھ کر میں اسے صحیح ترتیب سے رکھنے پر بھی قادر نہ تھا۔ بعض اطبا نے آخر یہ کہا کہ تحریر کی یہ غیر معمولی کاوش درد بڑھانے کا موجب بن سکتی ہے، لیکن تحریر کے دوران درد کی کیفیت کچھ بھولتی اور تحریر کے ثمرات سے کچھ دل جمعی ہوتی مگر جب ضعف کی وجہ سے لکھ نہ سکتا تو دراز ہو کر لیٹ جاتا، کچھ نیند آتی تو بھیانک خواب دفعۃً بیدار کر دیتے۔

جلد ششم میں جلد ہفتم کی نوید دیتے ہوئے لکھا ہے :

"آنچہ بر سبیل تفصیل بنظر رسید در مجلد ہفتم بعد از ارادۂ قادر ضائع رقم زدۂ کلکِ بیان خواہد گشت"

یعنی "میں نے جو کچھ مفصل طور سے دیکھا، اگر قادرِ مطلق کو منظور ہوا تو ضبطِ تحریر میں لایا جائے گا۔"

بہرحال جو کچھ ہو سکا میر علی شیر نوائی کی کرم فرمائی اور فضل ربانی کی بدولت ہوا۔

جلد ہفتم میں وہ ابوالغازی سلطان حسین میرزا بایقرا اور اس کے بیٹے بدیع الزمان میرزا اور محمد خان شیبانی وغیرہ کے حالات قلم بند کرنا چاہتے تھے، لیکن وقت نے مہلت نہ دی۔ یہ حالات ان کے نواسے خواند امیر

مؤلف حبیب السیر نے مرتب کیے اور آخر میں انھوں نے میرخواند کے کچھ سوانحی حالات بھی شامل کیے۔

روضۃ الصفا کے موضوعات کی فہرست درج ذیل ہے:

پہلی جلد ابتدائیہ اور مقدمے پر مشتمل ہے۔ مقدمے میں تاریخ نویسی کی اہمیت بتائی گئی ہے۔ اس کے مطالعے سے جو فوائد حاصل ہو سکتے ہیں، ان کا تفصیل سے ذکر آیا ہے۔ اس میں درج ذیل مباحث تفصیل سے بیان ہوئے ہیں: آفرینش عالم، طوفانِ نوح، انبیائے کرام، اسرائیلی حکمران، حضرت بی بی مریم، حضرت عیسیٰ، اصحابِ کہف، ان کے بعد ایرانِ قدیم کے پیش دادی اور کیانی بادشاہوں، سکندرِ اعظم کی عالمی فتوحات اور فلاسفہ یونان کے حالات تفصیل سے بیان ہوئے ہیں۔ اشکانی اور ساسانی بادشاہوں کے حالات آخری بادشاہ یزدگرد (۶۳۴ - ۶۵۲ء) تک آئے ہیں۔

دوسری جلد میں حضرت رسول کریمؐ کے اسلاف اور آنحضرتؐ کی مفصل تاریخ اور خلفائے راشدین کے حالات مستند حوالوں سے ۴۴ھ / ۶۶۴ء تک بیان ہوئے ہیں۔ تیسری جلد میں بارہ ائمہ (اثنی عشرہ) کے حالات، بنو امیہ کے حکمرانوں اور خلفائے بنو عباس کے حالات ۶۵۶ھ / ۱۲۵۸ء تک بیان کیے ہیں، جب بغداد پر ہلاکو خان کا حملہ ہوا اور آخری خلیفہ مستعصم باللہ شہید ہوئے۔ چوتھی جلد میں ان خانوادوں کی حکومتوں کا ذکر آیا ہے جو خلافتِ عباسیہ کی ہم عصر تھیں: خاندان طاہریہ جو طاہر ذوالیمینین سے شروع ہوا اور محمد بن طاہر پر یعقوب بن لیث کے ہاتھوں ۲۵۹ھ / ۸۷۲ء میں ختم ہوا۔ خاندان صفاریہ کی حکومت طاہری حکومت کے خاتمے پر یعقوب بن لیث نے قائم کی۔ اس سلسلے میں یعقوب بن لیث اور عمرو بن لیث کا تفصیل سے ذکر آیا ہے۔ ان کے علاوہ خلف بن احمد حکمران سیستان کے حالات بھی بیان ہوئے ہیں۔ خاندان سامانیہ۔ صفاری حکومت اسمٰعیل سامانی (۲۷۹ تا ۲۹۵ھ) کے ہاتھوں ختم ہوئی۔ سامانی خاندان کی حکومت کے حالات ابوابراہیم اسمٰعیل بن نوح سامانی کے قتل (۳۹۵ھ / ۱۰۰۴ء) تک بالتفصیل بیان ہوئے ہیں، گیلان اور جرجان کے دیلمیوں کے حالات شمس المعالی قابوس بن وشمگیر سے دارا بن شمس المعالی قابوس تک، جس نے محمود غزنوی کے ہاتھوں شکست کھائی، غزنویوں کے حالات امیر سبکتگین سے ۵۸۳ھ / ۱۱۸۷ء تک، جب آخری غزنوی حکمران خسرو ملک پر غیاث الدین محمد غوری نے فتح پائی، آلِ بویہ کے حالات ان کے آغاز سے ابوعلی کیخسرو بن عزالملک ابوکالنجار کی وفات (۴۸۷ھ / ۱۰۹۴ء) تک یا مصر کے خلفائے بنو فاطمہ

کے حالات ابوالقاسم محمد المہدی سے العاضد لدین اللہ کی وفات (۵۶۷ھ / ۱۱۷۱ء) تک۔ فرقہ اسمٰعیلیہ، حسن بن صباح سے ہلاکو خاں کے ہاتھوں آخری شیخ الجبال رکن الدین خورشاہ کی موت (۶۵۳ / ۱۲۵۵) تک۔ سلاجقہ: پہلی شاخ ، سلاجقہ ایران ، طغرل بیگ سے طغرل بن ارسلان کی وفات (۵۹۰ / ۱۱۹۳) تک۔ دوسری شاخ، سلاجقہ کرمان ، قادر بن چغری بیگ سے آخری حکمران محمد شاہ تک۔ تیسری شاخ ، سلاجقہ روم ، سلیمان بن قتلمش سے کیقباد بن فرامرز تک ، جو رومی شاخ کا آخری حکمران تھا۔

خوارزم شاہان : ان کے آغاز سے جلال الدین منکوبرنی تک جو منگولوں کے ساتھ مردانہ وار مقابلہ کرنے کے بعد روپوش ہوا۔ قراختائی ، قتلق سلیمان براق حاجب سے نصیر الدین محمد برہان تک ، جسے منگول حکمران اولجائتو خدابندہ نے کرمان کی حکومت سپرد کی تھی ۷۰۵ھ / ۱۳۰۷) کے حالات تفصیل سے بیان ہوئے ہیں۔ کرمان میں رونما ہونے والے بعض اضافی واقعات بھی بیان کیے گئے ہیں۔ مظفری خاندان کے حالات ان کے آغاز سے تیمور کے ہاتھوں ان کے اختتام (۷۹۵ھ/۱۳۹۲) تک آئے ہیں۔

اتابکان : اتابکان شام کے حالات ، عماد الدین فرنگی سے ملک القاہر عز الدین مسعود کی وفات تک۔ اتابکان آذربائیجان کے حالات ان کے آغاز سے آبش خاتون کی وفات (۶۸۶ / ۲۸۷) تک ، اتابکان لرستان ، ان کے آغاز سے مظفر الدین افراسیاب تک مفصل بیان ہوئے ہیں۔

غوریان : آغاز سے علاء الدین محمد ابوعلی تک جو محمد خوارزم شاہ کے دباؤ کی وجہ سے ۶۱۱ / ۱۲۱۴ میں تخت و تاج سے دست بردار ہوا ، غوریان بامیان ، ملک مسعود فخر الدین سے جلال الدین علی تک ، جو محمد خوارزم شاہ کے ہاتھوں مارا گیا۔

خاندانِ غلاماں : قطب الدین ایبک ، تاج الدین یلدوز ، آرام شاہ اور ناصر الدین قباچہ تک۔

بنگال کے خلجی : محمد بختیار سے حسام الدین کی وفات تک ، شاہانِ دہلی شمس الدین التتمش سے غیاث الدین بلبن کے زمانے تک ، شاہان نیمروز و سجستان ، طاہر بن محمد سے تاج الدین نیالتگین تک ، جس پر منگولوں نے ۶۲۵ / ۱۲۲۷ میں فتح پائی۔

ہرات کے آل کرت : آغاز سے ۷۷۸ / ۱۳۷۶ تک جب تیمور کے ہاتھوں ان کا خاتمہ ہوا ، مفصل بیان ہوئے ہیں۔

اس جلد کے کئی حصے اصل صورت میں ترجمے کے ساتھ شائع ہوئے ہیں۔ جو حصہ طاہریوں سے متعلق ہے وہ دو مرتبہ اطالوی زبان میں مع اصل طبع ہوا۔ جو پہلی مرتبہ طبع ہوا اس میں صفاریوں کے حالات بھی شامل ہیں۔[ھ] سامانیوں کے حالات لاطینی اور فرانسیسی دونوں زبانوں میں ترجمہ ہوئے۔ غزنویوں کی تاریخ لاطینی ترجمے کے ساتھ شائع ہوئی۔ آل بویہ کے حالات جرمن ترجمے کے ساتھ طبع ہوئے۔ اسمٰعیلیوں کے حالات فرانسیسی میں ترجمہ ہوئے اور مع اصل شائع ہوئے۔ سلجوقیوں، خوارزم شاہوں اور اتابکوں کے حالات بھی فرانسیسی زبان میں مع اصل طبع ہوئے۔ غوریوں سے متعلق تاریخ دو مرتبہ اطالوی اور فرانسیسی ترجموں کے ساتھ طبع ہوئی۔ اس طرح غزنویوں کی تاریخ کے الگ الگ ترجمے مع اصل شائع ہو چکے ہیں۔ غوریوں کی تاریخ کے بیشتر حصے کا ترجمہ انگریزی میں ڈاکٹر ڈارن نے تاریخ افاغنہ میں کیا ہے جو دو جلدوں میں ۱۸۲۹ء میں شائع ہوئی۔

پانچویں جلد میں ترکوں کے حالات بالتفصیل آئے ہیں۔ ان کے علاوہ چنگیز خاں کے اسلاف، چنگیز خاں اور اس کے بیٹوں اور جانشینوں اوکتائی قاآن، کیوک خان، منگو قاآن اور اس کے جانشینوں کے حالات تفصیل سے پیش کیے ہیں۔ توران کے خوانین سے سیور غاتمش کے بیٹے سلطان محمود خان تک کے حالات کی تفصیل دی ہے۔ ہلاکو خاں اور ایران میں اس کے جانشینوں کی مستند تاریخ بھی پیش کی ہے۔

اس جلد کے حصہ اول کے کچھ اقتباسات ایم۔ لینگلس نے ایڈٹ کر کے فرانسیسی میں بصورت ترجمہ ۱۷۹۹ میں شائع کیے۔ ان کے علاوہ باقی حصے ہیمبرگ ٹال نے ۱۸۲۵ء میں ترجمہ کر کے مع اصل شائع کیے۔ چنگیز خاں کے مفصل حالات ایم جابرٹ نے ۱۸۴۱ء میں فرانسیسی میں ترجمہ کر کے مع اصل شائع کیے۔

چھٹی جلد میں امیر تیمور اور اس کے جانشینوں کے حالات سلطان ابو سعید تک مفصل بیان کیے گئے ہیں۔ امیر تیمور کی جو مہم تکتمش خان کے خلاف شروع ہوئی تھی اسے ایم پ[illegible] فرانسیسی میں ترجمہ کر کے مع اصل ۱۸۳۶ء میں شائع کیا۔

ساتویں جلد تیموری خاندان کے جو تھے حکمران ابو سعید سلطان [illegible] میرزا بایقرا، اس کے بیٹے بدیع الزمان، محمد شیبانی خاں اور ہفت اقلیم کے حالات پر مشتمل ہے جو میر خواند خود لکھنا چاہتے تھے لیکن مرض کی شدت اور

ھ W. H. MORLEY : A DESCRIPTIVE CATALOGUE OF HISTORICAL MANUSCRIPS, P 35, 36.

پیغام اجل نے مہلت نہ دی۔

اس جلد کے متعلق فرانسیسی نقاد ایم۔ جورڈین نے اپنے ایک مقالے میں جو خیال ظاہر کیا ہے، اسے بحوالہ ایلیٹ پیش کیا جاتا ہے۔" ساتویں جلد میں آگے چل کر حالات مصنف روضۃ الصفا کے بیٹے (صحیح نواسے جس کا ذکر میرخواند کے حالات میں آچکا ہے) خواندامیر نے اضافہ کیے، کیونکہ مصنف ۹۰۳ھ/ ۱۴۹۷ء میں وفات پا گئے تھے، لیکن اس میں ۹۱۱ھ/ ۱۵۰۵ء تک کے واقعات درج ہیں۔[۵۶] ڈبلیو اوسلے کا بیان ہے کہ مصنف نے ۹۰۳ھ تک کے حالات خود لکھے تھے اور صرف آخری حصہ ان کے بیٹے (نواسے) نے لکھا تھا۔[۵۷] خواندامیر کا خیال ہے کہ بیماری کی شدت کی بنا پر ابوالغازی سلطان حسین بایقرا کے عہد میں رونما ہونے والے واقعات محض سننے میں مصروف رہے، لیکن انھیں ضبطِ تحریر میں نہ لا سکے۔

روضۃ الصفا کا ترکی زبان میں ترجمہ قسطنطنیہ میں ۱۸۴۲ء میں شائع ہو۔ یورپی زبانوں میں مکمل کتاب کا ترجمہ تو ابھی تک نہیں ہوا لیکن مختلف اوقات میں مختلف زبانوں میں اس کے متعدد حصے اہل یورپ کو بصورت ترجمہ مہیا کیے گئے۔[۵۸]

روضۃ الصفا کے متعلق اہل الرائے کے بیانات

"تاریخی مسودات کی کیٹیلاگ میں مورلے نے لکھا ہے کہ روضۃ الصفا ایشیا میں اور یورپ میں بھی تاریخ کا قدیم ترین ماخذ سمجھی جاتی ہے۔[۵۹] ایلیٹ نے لکھا ہے کہ اہل علم کے نزدیک کوئی ایسی تاریخ نہیں جو روضۃ الصفا سے زیادہ اہمیت رکھتی ہو۔ اس کے مصنف کے پیش نظر ۹۱ تاریخیں تھیں، ان کے علاوہ بھی بعض اور تاریخیں ان کے زیر مطالعہ تھیں جن کے حوالے انھوں نے جابجا دیے ہیں۔ تاریخی حالات کے سلسلے میں روضۃ الصفا بہترین ماخذ ہے۔[۶۰] پروفیسر براؤن کی رائے کچھ مختلف ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ "یورپی طلبہ

---

[۵۶] HISTORY OF INDIA AS TOLD BY HISTORIANS, VOL 4, P 131

[۵۷] W. OUSLEY : ANCIENT UNIVERSAL HISTORY ...

[۵۸] OUSLEY : P 248-288.

[۵۹] WILLIAM H. MORLEY : HISTORICAL MANUSCRIPTS, P 31

[۶۰] THE HISTORY O INDIA AS TOLD BY HISTORIANS, VOL 4, P 12

کے نزدیک اس کی کچھ زیادہ اہمیت نہیں کیونکہ جب انبیائے کرام اور شاہانِ قدیم کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی ضرورت ہو تو وہ قدیم تر تاریخوں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ طرزِ نگارش اس کا بہت مسجع و مقفیٰ ہے جسے یوں بھی انگریزی میں ترجمہ کرنا مشکل تھا۔ بہرحال آخر میں انھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ اہل ایران کے نزدیک اس کی قدر و منزلت اتنی زیادہ ہے کہ جدید زمانے کے ایک عظیم ادیب، شاعر اور مورخ رضا قلی ہدایت نے روضۃ الصفا کا تکملہ لکھ کر اپنے زمانے تک کے حالات اس میں شامل کر دیے۔ عصرِ جدید کی تاریخ کے لیے رضا قلی کی یہ تاریخ "عالم آرائے عباسی" نہایت گراں قدر ماخذ ہے۔ (براؤن: اے لٹریری ہسٹری آف پرشیا، جلد ۳، ص ۴۳۲)

عباس پرویز روضۃ الصفا کے دیباچے میں لکھتے ہیں کہ میرخواند نویں صدی ہجری کے مورخین میں سب سے زیادہ اہم اور ممتاز ہیں۔ تحقیق اور مطالب تاریخ کی صحت کے اعتبار سے روضۃ الصفا کی مثالیں کم ہیں۔ فرق صرف یہ ہے جو اہمیت اہل تحقیق کے نزدیک تاریخ طبری کی تھی، ویسی ہی اہمیت قرن نہم کے بعد روضۃ الصفا کی ہے، رہ گئی یہ بات کہ اس میں شک نہیں کہ روضۃ الصفا کی نثر کا اسلوب ان تاریخوں کی مانند ہے جن کا اسلوب مسجع اور مقفیٰ ہوتا تھا۔ استعارات و تشبیہات سے بھی انھوں نے کتاب کو زینت دی ہے۔ تعقید لفظی جو نثر کا عیب سمجھی جاتی ہے وہ بھی روضۃ میں نمایاں ہے لیکن اس قسم کی تحریر اس زمانے کے انشا پردازوں کا خاصا تھی۔ یہی طرزِ نگارش ظہیر الدین بابر کے زمانے میں پاکستان و ہندوستان آیا۔

روضۃ الصفا بمبئی میں ۱۲۶۵ھ/۱۸۴۸ء میں اور تہران میں ۱۲۷۰ تا ۱۲۷۴ھ شائع ہوئی

خواندامیر

آخری تیموری دور کے دوسرے اہم مورخ غیاث الدین بن ہمام الدین تھے۔ وہ تقریباً ۸۸۰ھ/۱۴۷۵ء ہرات میں پیدا ہوئے۔ ان کا میلانِ طبع شروع ہی میں تاریخ کی طرف تھا۔ عربی اور فارسی کی قدیم تاریخیں شب و روز ان کے مطالعے میں رہتی تھیں۔ نانا میرخواند ایسے نامور مورخ کی صحبت میسر تھی، جن کے نقش قدم پر وہ چل رہے تھے۔ وزیر اعظم میر علی شیر نوائی نے ان کا علمی شوق دیکھتے ہوئے ۹۰۴ھ/۱۴۹۸ء میں اپنی نادر کتابوں کا کتاب خانہ تحویل میں دے دیا، جہاں وہ اپنی کتاب "خلاصۃ الاخبار فی احوال الاخیار" لکھنے میں مصروف رہے۔ کے دیباچے میں لکھتے ہیں کہ اس کتاب خانے سے میں نے بہت استفادہ کیا، اگر میر علی شیر نوائی اپنا کتاب خانہ تحویل میں نہ دیتے تو جو کام میں نے چند ماہ میں کر لیا وہ کئی سالوں میں بھی نہیں کر سکتا تھا۔ یہ کتاب انھوں

پنے محسن میر علی شیر کے نام معنون کردی۔

خواندامیر آخری تیموری حکمران بدیع الزمان پسر ابوالغازی سلطان حسین بایقرا کے عہد میں وابستۂ دربار ہوئے۔
ں وقت حالات کچھ ایسے تھے کہ حکمران کو ازبکوں کے سردار محمد شیبانی خاں کی طرف سے خطرہ لاحق رہتا تھا۔ اس نے
نعت کی تیاری کی غرض سے ایک وفد کندوز کے حکمران خسرو شاہ کے پاس اس مقصد کے لیے بھیجا کہ ازبکوں کے خلاف
ں کا ساتھ دے، اس وفد میں خواندامیر بھی شامل تھے۔

سلطان نے خواندامیر کے علم و فضل کی بنا پر انھیں ہرات کے قاضی القضاۃ کا منصب سونپا جس پر ان سے
میرخواند کے بھائی نظام الدین سلطان احمد فائز رہ چکے تھے۔ محمد شیبانی خان نے بالآخر ۹۱۳ھ/ ۱۵۰۷ء میں خراسان پر
کردیا۔ ہرات سب سے پہلے اس کی زد میں آیا۔ بدیع الزمان کو کہیں سے کمک نہ ملی، اس لیے کچھ عرصے کی مدافعت
بعد اس نے اطاعت پر آمادگی ظاہر کردی۔ خواندامیر کو شرائط صلح طے کرنے کا فرض سونپا گیا۔ شرائط جیسی
تھیں۔ ہ ہ ۔ ت میں تیموری حکومت کا خاتمہ ہوگیا اور ازبکوں کی حکومت قائم ہوگئی۔ پریشانی کے اس
میں خواندامیر کا کچھ وقت ہرات میں گزرا۔ پھر گرجستان کے شہر بشت میں قیام رہا، جہاں وہ تصنیف و تالیف میں
روف رہے۔ "حبیب السیر" کا بیشتر حصہ وہیں تحریر کیا۔ آخر شاہ اسمٰعیل صفوی نے ۹۱۶ھ/ ۱۵۱۰ء میں ازبکوں
لہ کرکے انھیں خراسان سے نکال باہر کیا۔ صفوی حکومت قائم ہونے پر خواندامیر ہرات واپس آگئے۔

خواندامیر نے حبیب السیر کے دیباچے میں لکھا ہے کہ یہ تاریخ انھوں نے اپنے محسن و مربی سید غیاث الدین محمد
یوسف الحسینی حاکم ہرات کی فرمائش پر لکھنی شروع کی تھی۔ جلد اول ابھی ختم نہیں ہوئی تھی کہ ان کا سرپرست
ت ہوگیا۔ وزیر مملکت خواجہ حبیب اللہ کو بھی علم تاریخ میں بہت دلچسپی تھی، اس نے تاریخ حبیب السیر کو مکمل
نے کے لیے خواندامیر کی حوصلہ افزائی کی، مالی امداد بھی ملتی رہی۔ اس جلد کے آخر میں اپنے محسن خواجہ حبیب اللہ
رح میں کچھ شعر بھی لکھے ہیں، ایک شعر درج ذیل ہے:

بنام تو کردم کتابے تمام　　　که نامے بود تا بروز قیام

اس محسن کے نام ہی کی نسبت سے یہ تاریخ حبیب السیر کے نام سے موسوم ہوئی۔

شاہ اسمٰعیل صفوی کی وفات (۹۳۰ھ/ ۱۵۲۳ء) کے بعد خواندامیر ۹۳۳ھ میں اپنے محبوب وطن ہرات کو
ڑکر قندھار روانہ ہوئے، وہاں سے ۹۳۴ھ میں ہندوستان کا رُخ کیا اور ۹۳۵ھ میں آگرہ پہنچے، جہاں بابر بادشاہ

(۹۳۲ - ۹۳۷ھ) کے دربار میں حاضر ہونے کی عزت حاصل ہوئی، یہاں انھیں شاہی عنایات سے نوازا گیا۔ بابر کی وفات کے بعد وہ ہمایوں کے دربار سے وابستہ رہے اور عنایات کا سلسلہ بدستور جاری رہا۔ یہاں خواندامیر نے "قانون ہمایونی"، کتاب تالیف کی، جس کا ذکر ابوالفضل نے اکبرنامے میں کیا ہے۔ ہمایوں کے ساتھ خواندامیر کو گجرات جانے کا اتفاق ہوا۔ لیکن گجرات ہی میں ۹۴۱ھ / ۱۵۳۴ میں راہی ملک بقا ہوئے۔ ان کی وصیت کے مطابق ان کی میت کو دہلی لے جا کر نظام الدین اولیا اور امیر خسرو کے مزاروں کے قریب دفن کیا گیا۔

خواندامیر کی تصنیفات یہ ہیں: خلاصۃ الاخبار، حبیب السیر، ماثر الملوک، دستور الوزرا، مکارم اخلاق، منتخب التواریخ وصاف اور ہمایوں نامہ۔ یہاں مجھے صرف ان کتابوں کا ذکر کرنا ہے جن کی حیثیت عمومی تاریخ کی ہے، اس لیے تاریخ خلاصۃ الاخبار اور حبیب السیر کا تعارف پیش کیا جائے گا۔

سب سے پہلے خواندامیر نے جو تاریخ مرتب کی، خلاصۃ الاخبار ہے۔ یہ زیادہ تر میرخواند کی تاریخ روضۃ الصفا کا اختصار ہے۔ اس حیثیت میں بھی اسے اہم مقام حاصل ہے۔ یہ تاریخ ایک دیباچے اور دس جلدوں پر مشتمل ہے، ان کے موضوعات درج ذیل ہیں:

دیباچہ: زمین اور افلاک کی تخلیق؛ طوفانِ نوح، ابلیس اور تخلیق کائنات۔

پہلی جلد قدیم الایام کے قبائل، انبیائے کرام، اسرائیلی حکمرانوں، حضرت عیسیٰ، اصحاب کہف کے ذکر میں ہے دوسری جلد فلاسفۂ یونان اور ایرانی فلسفی بوذرجمہر کے حالات پر مشتمل ہے، تیسری جلد ایرانِ قدیم کے پیشدادی کیانی، اشکانی اور ساسانی بادشاہوں کی تاریخ ہے۔ ان کے علاوہ شاہانِ عرب، بنی لخم، مالک بن فہم سے منذر بن نعمان تک جسے حضرت خالد بن ولید نے شکست دی۔ غسانی: ان کے آغاز سے جبلہ بن ایہم تک جو حضرت عمر کی خلافت کے زمانے میں حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ شاہانِ یمن کے آغاز سے داد ویہ تک کے حالات بیان ہوئے ہیں جس کی وفات کے بعد یمن خلافت کے زیرنگین آیا۔ چوتھی جلد میں رسول کریم کے سلسلۂ نسب اور حضور کی پیدائش سے وفات تک تاریخ بیان کی گئی ہے۔ پانچویں جلد خلفائے راشدین نیز ائمہ اثنا عشر کی تاریخ ہے۔ چھٹی جلد میں بنو امیہ کے حکمرانوں کے حالات بیان ہوئے ہیں۔ ساتویں جلد خلفائے بنو عباس کی تاریخ پر مشتمل ہے۔ آٹھویں جلد میں خلافتِ عباسیہ کی ہم عصر اور بعد کی حکومتوں کے حالات بیان کیے گئے ہیں، طاہریہ، صفاریہ، سامانیہ، بویہہ، دیالمہ، غزنویہ بنی فاطمہ، اسمٰعیلیہ، سلاجقہ کرمان، سلاجقہ ایران، سلاجقہ روم، خوارزمشاہان، اتابکان موصل، اتابکان آذربائیجان

اتابکان فارس ، اتابکان لرستان ، قراخطائیان . مظفریہ ، سربداران ، غوریان ، خاندان غلامان . شاہان نیمروز : سیستان اور ہرات کے کرت حکمران ۔ نویں جلد ، چنگیز خاں ، اس کے اخلاف و اسلاف ، ہلاکو خان و . اس کے جانشینوں کی تاریخ پر مشتمل ہے ۔ دسویں جلد امیر تیمور اور اس کے جانشینوں کی تاریخ ہے ۔ اختتامیہ میں شہر ہرات ، اس کی عمارات ، باغات ، معزز شیوخ ، علما ، خطاطوں ، مصوروں اور موسیقاروں کے حالات بیان کیے گئے ہیں ۔ اس کتاب کے بعض اہم تاریخی حصوں کے تراجم فرانسیسی میں مع اصل ایشیاٹک MISCLLANY میں طبع ہو چکے ہیں۔ بعض حصوں کا ترجمہ انگریزی میں ایرچ ایلیٹ نے اپنی کتاب "ہسٹری آف انڈیا . . ." میں کیا ہے ۔

حبیب السیر تین جلدوں میں ہے ۔ ہر جلد کے چار باب ہیں ۔ ان کے موضوعات درج ذیل ہیں:

جلد اول : دیباچے میں آفرینش عالم کی شرح احوال تفصیل سے پیش کی ہے ۔

جلد اول کا باب اوّل : قبائل قدیم الایام ، انبیائے کرام ، اسرائیلی حکمران ، حضرت بی بی مریم ، حضرت عیسیٰ اور ان کے حواری ، اصحاب کہف اور قدیم فلاسفۂ یونان ۔

باب دوم : ایران قدیم کے پیش دادی اور کیانی بادشاہ ، سکندر عالم کی عامی یلغار ، ایران کے اشکانی اور ساسانی حکمران ، شاہان عرب ، بنی لخم ، مالک بن فہم ، منذر بن نعمان تک ۔ غسانی حکمران : ان کے آغاز سے دادویہ کی وفات تک ، جب یمن خلفا کے زیر تسلط آیا ۔

باب سوم : رسول کریم کے اسلاف ، عربوں میں حضور کے اسلاف کا مقام ، آنحضرت کے سوانح حیات ، ابتدا سے نزول وحی الٰہی اور کیفیت بعثت حضرت رسالت پناہ ، تبلیغ اسلام کے مفصل حالات آحضور کی رحلت تک ۔

باب چہارم : خلفائے راشدین ۔

جلد دوم : باب اول : ذکر مناقب ائمہ اثنیٰ عشرہ ، باب دوم ، بنو امیہ ۔ باب سوم ، خلفائے بنو عباس اور ان کے ہم عصر خاندانوں کے حکمران جو درج ذیل ہیں ۔

طاہریہ : طاہر بن حسین ذوالیمینین ۲۰۵ھ / ۸۲۰ء سے آخری طاہری حکمران محمد بن طاہر کے عہد تک (۲۵۹ھ / ۸۷۲ء) جسے یعقوب بن لیث نے شکست دی ۔

صفاریہ : یعقوب بن لیث اور عمرو بن لیث (۲۵۳ تا ۲۹۶ھ) کے حالات ۔

سامانیہ : نصر بن احمد ۲۶۲ھ / ۸۷۴ء سے ابوالملک اسمٰعیل بن نوح سامانی کی وفات (۳۸۹ھ / ۹۹۹ء)

تک ۔ غزنی خاندن ، سبکتگین سے ۵۸۲ھ/ ۱۱۸۶ تک ، جب آخری حکمران خسرو ملک کو غیاث الدین محمد غوری نے
شکست دی ۔ طبرستان کے ادیس حکمران : ان کے آغاز سے جیل بن جیلان شاہ تک جو ۴۰ھ/ ۶۶۰ء میں فوت
ہوا ۔ دبویہ بن جیل سے اسپہد خورشید کی وفات تک ۔ بادوسپان بن جیل سے ابوالفضل محمد بن شہریار کی وفات تک ۔
ماژندران کے حکمران ، پہلی شاخ (کیوسیہ) باؤ بن شاپور سے جو یزدگرد ساسانی کی وفات پر خود مختار ہوا (۴۵ھ/ ۶۶۵)
سپہبد شہریار بن دارا کی وفات (۳۹۷ھ/ ۱۰۰۶ء) تک ، دوسری شاخ (سپہبدیہ) حسام الدولہ شہریار بن قارن ،
(۴۶۶ھ/ ۱۰۷۳ء) سے شمس الملوک رستم بن شاد اردشیر کی وفات (۶۰۶ھ/ ۱۲۰۹ء) تک ۔ آل بویہ کے حکمران ،
آغاز سے ابو علی کالنجار کی وفات (۴۸۷ھ/ ۱۰۹۴ء) تک ۔ ذکر بو علی سینا ، ہمدان ، نہاوند اور شہرزور کے حسنویہ
حکمران : حسنویہ بن حسین سے ۴۰۶ھ/ ۱۰۱۵ء تک ۔ بنی زیار یا جرجان کے دیالمہ : ان کے آغاز سے گیلان شاہ
بن کیکاؤس بن سکندر تک جو بنی زیار کا آخری حکمران تھا ۔ اسمٰعیلی ، حسن بن صباح سے آخری شیخ الجبال رکن الدین
خورشاہ کے اختتام (۶۵۳ھ/ ۱۲۵۵ء) تک ۔ سلاجقہ : سلاجقہ کی پہلی شاخ : سلاجقہ ایران ، طغرل بیگ سے
رکن الدین طغرل بن ارسلان کی وفات ۵۹۰ھ/ ۱۱۹۳ تک ۔ دوسری شاخ ، سلاجقہ کرمان ، قاورد بن چغری بیگ
سے ملک دینار کے ہاتھوں کرمان کی فتح (۵۸۳ھ/ ۱۱۸۷ء) تک ، تیسری شاخ ۔ سلاجقہ روم و اناطولیہ ، سلیمان بن
قتلمش (۴۷۰ھ/ ۱۰۷۷) سے کیقباد بن فرمرز (۶۹۶ھ/ ۱۲۹۶ء) تک جو اس عہد کا آخری حکمران تھا ۔ موصل
اور شام کے حکمران ، ہمدانی حکمران : ناصر الدولہ اور سیف الدولہ سے ۵۰۹ / ۱۱۵۴ تک ۔ اتابکان موصل ، آق
سنقر سے ملک القاہر کی وفات (۶۱۵ھ/ ۱۲۱۸) تک ۔ اتابکان آذربائیجان ، اتابک محمد ایلدگز سے اتابک
مظفر الدین ازبک کی وفات (۶۲۲ / ۱۲۲۵) تک ۔ ہسپانیہ کے بنی مروان ، عبدالرحمٰن سے حشام بن محمد المعتمد باللہ
کی وفات (۴۲۸ / ۱۰۳۶) تک ، معتضد لخمی اور اس کے بیٹے عبدالقاسم محمد المعتمد باللہ کی وفات (۴۸۸ / ۱۱۹۵)
تک ۔ مراوید : آغاز سے عبدالمومن موحدی کے ہاتھوں تاشقین بن علی کی شکست اور وفات (۵۳۷ / ۱۱۴۲) تک ۔
افریقہ کے زائری ۳۶۱ / ۹۷۱ سے یحییٰ بن تمیم کے عہد تک ، جس کے بعد عبدالمومن نے مراکش پر تصرف حاصل کر لیا ۔
موحدین : ان کے آغاز سے الواثق باللہ عبداللہ ادریس آخری حکمران (۶۶۸ / ۱۲۶۹) تک ۔ مصر کے خاندان ایوبیہ :
ان کے آغاز سے (۶۵۲ / ۱۲۵۴) تک ۔ اشراف مکہ ابو محمد حسن بن زید سے سید محمد کی وفات (۸۰۸ / ۱۴۰۵)
تک ۔ مدینہ کے اشراف ابو احمد قاسم بن عبداللہ (۱۰۴ / ۷۲۲) تک ۔ غوری خاندان : ان کے آغاز سے التسز

بن علاء الدین جہاں سوز تک - غوریان بامیان ، ملک فخر الدین مسعود سے جلال الدین علی تک - خاندان غلامان، تاج الدین یلدوز سے قطب الدین ایبک ، آرام شاہ ناصر الدین قباچہ تک - خلجیان بنگال : محمد بختیار سے حسام الدین کی وفات تک - خلجیان دہلی ، جلال الدین فیروز شاہ سے علاء الدین کی وفات (۱۳۱۶/۷۱۶ء) تک - سجستان اور نیمروز کے حکمران، طاہر بن محمد سے تاج الدین نیالتگین تک جس پر منگولوں نے ۱۲۲۷/۶۲۵ میں فتح پائی - خوارزم شاہان ، ان کے آغاز سے جلال الدین منکو برنی تک -

اس جلد کے متعلق یہ ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آل بویہ کے ضمن میں بوعلی سینا کے حالات فرانسیسی زبان میں ایم جورڈین نے ترجمہ کر کے MINES DE ORIENT میں طبع کیے تھے - کربلا کی جنگ کے حالات جو اس جلد میں آتے ہیں بصورت ترجمہ اورینٹل کوارٹرلی میں طبع ہوئے - طبرستان اور ماژندران کی تاریخ ایچ ایلیٹ نے انگریزی میں شائع کی - (ہسٹری آف انڈیا، جلد ۴، ص)

تیسری جلد، باب اول ، موضوعات ، ترکستان کے خوانین، چنگیز خاں کے اسلاف، چنگیز خاں اور اس کے جانشین ، اوکتای قاآن ، کیوک خان کی والدہ تراکینہ خاتون اور کیوک خاں اور اس کے جانشین، منگو قاآن پسر تولی خان اور اس کے جانشین - جوجی خاں اور اس کا جانشین : محمد بن تیمور خاں - چغتائی خاں اور جانشین محمود خاں بن سیورغتمش کی وفات (۸۰۶/۱۴۰۳) تک - ہلاکو خان اور ایران میں اس کے جانشین.

باب دوم ؛ چنگیز خانیوں کے ہم عصر حکمران خاندان ، بحری مملوک مصران کے آغاز سے ۷۱۹/۱۳۱۹ تک - سرکاسیا کے ملوکوں کا مختصر حال، کرمان کے قراخطائی براق حاجب سے قطب الدین شاہجہان بن جلال الدین سیورغتمش تک جسے منگول سلطان اولجائتو خدا بندہ نے شکست دی - مظفری حکمران : ان کے آغاز سے تیمور کے ہاتھوں ان کی حکومت کے خاتمے تک - اتابکان لرستان ؛ آغاز سے مظفر الدین افراسیاب بن یوسف شاہ تک جس کے عہد میں لرستان تیمور کے تسلط میں آیا - رویان اور رستمداد کے حکمران، سپہبد حسام الدولہ نامین کر سے کیومرث بن بیستون تک جو ۸۵۷/۱۴۵۳ء میں فوت ہوا - نور اور کامو کے حکمران جو کیومرث بن بیستون کے جانشین ہوئے - ماژندران کے باوندیہ کے حکمران، تیسری شاخ (کنگاریہ) حسام الدولہ اردشیر کنخار ۶۳۵/۱۲۳۷ سے خاندان کے آخری حکمران فخر الدولہ حسن کے قتل تک جو افراسیاب چلاوی کے بیٹوں کے ہاتھوں ۷۵۰/۱۳۴۹ء میں قتل ہوا - افراسیاب چلاوی کے عہد حکومت ۷۵۰/۱۳۴۹ سے اس کی شکست اور وفات نیز سید قوام الدین کے

۲ قصول اس کے زوال سے خروج (۷۶۰/۱۳۵۸) تک ۔ ماژندران اور رستمدار کا خاندان سادات، سید قوام الدین مرعشی سے ۹۲۹/۱۵۲۲ تک جب کہ مولف حبیب السیر نے یہ چشم دید حالات ضبط تحریر میں لائے ۔ سربداران، ان کے آغاز سے ملک غیاث الدین پیرعلی کی وفات ۷۸۵ھ/۱۳۸۳ء تک ۔

تیسرا باب : امیر تیمور اور اس کے جانشینوں کی تاریخ ۔ اس باب کے متعلق یہ بتانا بھی مناسب ہوگا کہ اس جلد کے غازان خان (۶۹۴ تا ۷۰۲ھ) کے مجموعہ قوانین کا میجر کرک پیٹرک نے انگریزی میں ترجمہ کر کے مع اصل نیو ایشیاٹک MISCELLANY میں شائع کیا ۔ اس دور میں پیپر کرنسی بھی ایجاد ہوئی تھی ۔ اس کا بیان مع ترجمہ فرانسیسی زبان میں مسٹر لینگلس نے میموائر ڈی انسٹی ٹیوٹ نیشنل میں شائع کیا ۔ مغلوں کی تاریخ ایم گریگوریف نے انگریزی میں ترجمہ کر کے ۱۸۳۴ میں شائع کی ۔ مسٹر ڈی فریمری نے قبچاق کے خوانین سے متعلق کافی اقتباسات جنرل ایشیاٹک میں شائع کیے ۔ اس فاضل مستشرق نے چنگیز خاں کے بیٹے چغتائی اور اس کے جانشینوں کے حالات اسی جنرل میں فرانسیسی ترجمے کے ساتھ شائع کیے ۔ یہ تاریخی حالات سلطان محمود خاں پسر یونس خاں تک ہیں جو ازبکوں کے ہاتھوں مارا گیا ۔ رستمدار اور ماژندران کے حکمران خاندان اور سربداران کے حالات جرمن زبان میں ڈاکٹر ڈارن نے ترجمہ کر کے مع اصل ۱۸۵۰ء میں شائع کیے ۔

باب چہارم میں شاہ اسمٰعیل صفوی کے آبا اور اسمٰعیل کے عہد حکومت کے حالات ۹۳۰/۱۵۲۳ء تک بڑی تفصیل سے لکھے ہیں ۔ یہ حالات مصنف کے ذاتی مشاہدات پر مبنی ہیں ۔

اختتامیہ میں متعدد ممالک، شہروں، پہاڑوں، جزیروں اور دریاؤں وغیرہ کے جغرافیائی حالات رقم کیے ہیں، اس میں عجائبات عالم اور علما و فضلا کا بھی تفصیل سے ذکر آیا ہے ۔

حبیب السیر اور روضۃ الصفا تاریخ کی کتابیں ہیں، ان کے موضوعات میں یکسانی تو قدرتی بات ہے لیکن ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ جن تاریخی خاندانوں کا ذکر روضۃ الصفا ایسی ضخیم تاریخ میں نہیں آیا وہ حبیب السیر میں تفصیل سے پیش کیا گیا ہے حبیب السیر میں بعض ایسی عظیم ہستیوں کے حالات بھی بیان ہوئے ہیں جنھوں نے اپنے زمانے میں غیر فانی علمی خدمات انجام دیں مثلاً بوعلی سینا، نامور ہیئت دان وغیرہم ۔ اس کتاب کا انداز بیان شستہ و رواں ہے، بیان دلچسپ اور شگفتہ ہے، اس کے حدود وسیع اور تفصیلات میں جامعیت ہے ۔ فارسی زبان میں مطالعہ تاریخ کے لیے یہ بہت مفید کتاب ہے ۔

حبیب السیر تہران میں ۱۲۷۱ھ/۱۸۵۴ میں اور بمبئی میں ۱۲۷۳ھ میں طبع ہوئی ۔